سُوْرَۃُ النِّسَاءِ کی تفسیر Lesson 10: An-Nisa (Ayaat 94-104): Day 31

سبق کا خلاصہ: آج کے سبق کا بنیادی موضوع ہجرت ہے۔ اللہ کے راستے میں کیا چھوڑ سکتے ہیں۔ جو چھوٹی من پسند چیز کو نہیں چھوڑ سکتا وہ بڑی چیز کو کیسے چھوڑے گا۔ آج صلوٰۃ الخوف پر بھی بات ہو گی۔ نمازوں کے اوقات کیا ہیں؟ نماز کے علاوہ اللہ کا ذِکر کیسے کریں؟

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا ضَرَبْتُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَتَبَيَّنُوا۟ وَلَا تَقُولُوا۟ لِمَنْ أَلْقَىٰٓ إِلَيْكُمُ ٱلسَّلَٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا فَعِندَ ٱللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَٰلِكَ كُنتُم مِّن قَبْلُ فَمَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۹۴﴾ اے ایمان والو! جب اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تم پر سلام کہے اس کو مت کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو سو اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں تم بھی تو اس سے پہلے ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا لہذا تحقیق سے کام لیا کرو بے شک اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے (۹۴)

ضَرَبْتُمْ : ضَرَبَ کے لفظی معنی مارنے کے ہیں۔ ضربِ کلیم علامہ اقبال کی ایک کتاب بھی ہے۔ آج کے سبق میں اس کے معنی ہیں جب تم چلو۔ یعنی پاؤں زمین پر مارو۔

فَتَبَيَّنُوا ۔ ب ی ن روٹ ورڈ ہے۔ بیان کرنا۔ تحقیق کر لو۔

لَسْتَ مُؤْمِنًا : یعنی یہ نہ کہا کرو۔ کہ "تم مومن نہیں ہو"۔

السَّلٰمَ : یہ لفظ عربی میں تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی سلام کرنا۔ السلام علیکم۔

السَّلٰمَ : صلح کے معنی۔ سورۃ توبہ میں آئے گا۔ یعنی اگر کوئی صلح کا ہاتھ بڑھائے تو اُسے یہ نہ کہا کرو کہ تم دل سے مومن نہیں ہو۔

السَّلٰمَ : تیسرا معنی، تسلیم کرنا۔ اپنے آپ کو جھکا دینا۔ Surrender۔ جب کوئی خود کو تمھارے آگے جھکا دے تو اُس کی بات مان لو۔

تمہیں اس طرح کی جلد بازی نہیں کرنی چاہئیے۔ کیونکہ : "تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو۔۔۔"

تاکہ تم اُس کو مار کر اُس کے مالِ غنیمت پر قبضہ کر سکو۔ تم اُس کی چار چیزیں لے کر کیا کرو گے۔ اللہ کے پاس تمہارے لئے بہترین سامان ہے۔ اگر تم نے جذبات میں آ کر کسی کو اپنے منہ سے مومن کہنے کے باوجود مار بھی دیا تو یاد کرو تم پہلے کیسے تھے۔

"تم بھی تو اس سے پہلے ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔۔" تم پہلے کیسے تھے کی تفاسیر علماء کرام نے کچھ ایسے کی ہیں؛

یعنی پہلے تم بھی ایمان لا کر ڈرتے تھے۔ دوسرا تم بھی مکہ میں اپنا ایمان چھپا کر بیٹھے تھے۔ جس طرح یہ شخص اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا اسی طرح اس سے پہلے جبکہ بے سر و سامانی اور قلت کی حالت میں تم مشرکوں کے درمیان تھے ایمان چھپائے پھرتے تھے، یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم بھی پہلے اسلام والے نہ تھے اللہ نے تم پر احسان کیا اور تمہیں اسلام نصیب فرمایا ۔ اور پہلے تم بھی امان طلب کیا کرتے تھے۔

اب ہمیں یہاں سے یہ سبق ملتا ہے کہ کسی کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے تحقیق کیا کرو۔

اور یہ نہ کہا کرو کہ تمہیں اُس کے دل کی حالت معلوم ہے۔ اللہ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔

اِس آیت کے پیچھے کچھ واقعات ہیں۔

بعض کہتے ہیں اسامہ بن زید کے بارے میں نازل ہوئی ہے

سیدنا عتبہ بن مالک لیثی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا تھا اس نے ایک قوم پر چھاپہ مارا وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے ان کے ساتھ ایک شخص بھاگا جا رہا تھا اس کے پیچھے ایک لشکری بھاگا جب اس کے قریب ننگی تلوار لیے ہوئے پہنچ گیا تو اس نے کہا میں تو مسلمان ہوں۔ اس نے کچھ خیال نہ کیا تلوار چلا دی۔

اس واقعہ کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ بہت ناراض ہوئے اور سخت سست کہا یہ خبر اس شخص کو بھی پہنچی۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اس قاتل نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم اس نے تو یہ بات محض قتل سے بچنے کے لیے کہی تھی آپ نے اس کی طرف سے نگاہ پھیر لی اور خطبہ سناتے رہے۔ اس نے دوبارہ کہا آپ نے پھر منہ موڑ لیا، اس سے صبر نہ ہو سکا، تیسری بار کہا تو آپ نے اس کی طرف توجہ کی اور ناراضگی آپ کے چہرے سے ٹپک رہی تھی، فرمانے لگے " مومن کے قاتل کی کوئی بھی معذرت قبول کرنے سے اللہ تعالیٰ انکار کرتے ہیں تین بار یہی فرمایا . یہ روایت نسائی میں بھی ہے۔) مسند احمد:5/289: صحیح)

ہم پچھلی آیات میں قتلِ خطا کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ یہاں قتلِ عمل یعنی جان بوجھ کر کئے گئے قتل کے بارے میں بات ہو رہی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس غنیمت کے لالچ میں تم غفلت برتتے ہو اور سلام کرنے والوں کے ایمان میں شک وشبہ کر کے انہیں قتل کر ڈالتے ہو یاد رکھو وہ غنیمت اللہ کی طرف سے ہے اس کے پاس بہت سے غنیمتیں ہیں جو وہ تمہیں حلال ذرائع سے دے گا اور وہ تمہارے لیے اس مال سے بہت بہتر ہوں گی۔

تم بھی اپنا وہ وقت یاد کرو کہ تم بھی ایسے ہی لاچار تھے اپنے ضعف اور اپنی کمزوری کی وجہ سے ایمان ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے قوم میں چھپے پھرتے تھے آج اللہ خالق کل نے تم پر احسان کیا تمہیں قوت دی اور تم کھلے بندوں اپنے اسلام کا اظہار کر رہے ہو، تو جو بے اسباب اب تک دشمنوں کے پنجے میں پھنسے ہوئے ہیں اور ایمان کا اعلان کھلے طور پر نہیں کر سکے جب وہ اپنا ایمان ظاہر کریں تمہیں تسلیم کر لینا چاہیئے ۔

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ اس کے بعد بھی کسی» لا الہ الا اللہ «کہنے والے کو قتل نہ کروں گا کیونکہ انہیں بھی اس بارے میں پوری سرزنش ہوئی تھی۔ پھر تاکیداً دوبارہ فرمایا کہ بخوبی تحقیق کر لیا کرو، پھر دھمکی دی جاتی ہے کہ اللہ جل شانہ کو اپنے اعمال سے غافل نہ سمجھو، جو تم کر رہے، وہ سب کی پوری طرح خبر رکھتا ہے۔

دوسرا واقعہ: بزار میں یہ واقعہ پورا اس طرح مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا تھا جس میں سیدہ مقداد رضی اللہ عنہ بھی تھے جب دشمنوں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ سب تو اِدھر اُدھر ہو گئے ہیں ایک شخص مالدار وہاں رہ گیا ہے اس نے انہیں دیکھتے ہی» اشھد ان لا الله الا الله «کہا۔ تاہم انہوں نے حملہ کر دیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ ایک شخص جس نے یہ واقعہ دیکھا تھا وہ

سخت برہم ہوا اور کہنے لگا سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر ڈالا جس نے کلمہ پڑھا تھا؟
میں اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کروں گا، جب یہ لشکر واپس پہنچا تو اس شخص نے یہ
واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ نے مقداد کو بلوایا اور فرمایا تم نے یہ کیا کیا؟ کل
قیامت کے دن تم» لا الہ الا اللہ «کے سامنے کیا جواب دوگے؟ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری
اور آپ نے فرمایا کہ اے مقداد وہ شخص مسلمان تھا جس طرح تو مکہ میں اپنے ایمان کو مخفی رکھتا تھا
پھر تو نے اس کے اسلام ظاہر کرنے کے باوجود اسے مارا؟ (مسند بزار:2202،قال الشيخ الألباني:ضعيف)

تیسرا واقعہ: ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک شخص کو اس کے والد اور اس کی قوم نے اپنے
اسلام کی خبر پہنچانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، راستے میں اسے نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ایک لشکر سے رات کے وقت ملاقات ہوئی اس نے ان سے کہا
کہ میں مسلمان ہوں لیکن انہیں یقین نہ آیا اور اسے دشمن سمجھ کر قتل کر ڈالا۔
ان کے والد کو جب یہ علم ہوا تو یہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
واقعہ بیان کیا چنانچہ آپ نے انہیں ایک ہزار دینار دیئے اور دیت دی اور انہیں عزت کے ساتھ
رخصت کیا، اس پر یہ آیت اتری۔

محلم بن جثامہ کا واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک چھوٹا سا لشکر اخسم کی طرف بھیجا
جب یہ لشکر بطل اخسم میں پہنچا تو عامر بن اضبط اشجعی اپنی سواری پر سوار مع اسباب کے آرہے تھے
پاس پہنچ کر سلام کیا سب تو رک گئے لیکن محکم بن جثامہ نے آپس کی پرانی عداوت کی بنا پر اس پر

جھپٹ کر حملہ کر دیا، انہیں قتل کرڈالا اور ان کا اسباب قبضہ میں کر لیا پھر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ یہ واقعہ بیان کیا اس پر یہ آیت اتری۔ (مسند احمد:11/6)

ترمذی وغیرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ بنو سلیم کا ایک شخص بکریاں چراتا ہوا صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے گذرا اور سلام کیا تو صحابہ آپس میں کہنے لگے یہ مسلمان تو ہے نہیں صرف اپنی جان بچانے کے لیے سلام کرتا ہے چنانچہ اسے قتل کر دیا اور بکریاں لے کر چلے آئے، اس پر یہ آیت اتری۔) مسند احمد:229/1: قال الشيخ الألباني: حسن صحيح)

یہاں سے ہمیں ایک بات یہ بھی پتا چلتی ہے کہ بعض اوقات کچھ واقعات کی وجہ سے ایک آیت نازل ہوتی تھی۔

یہ صحابہ کرامؓ کی ایک اجتہادی غلطی تھی۔ غلطی سے کوئی کام ہو گیا۔

اُس دور میں مسلمان اپنے سلام کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے۔ کیونکہ رہن سہن اور کلچر ایک ہی تھا۔ حال حلیے سے پتا چلانا مشکل تھا کہ کون مسلمان ہے۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۔۔

صحابہ کرامؓ اُمت کے بہترین لوگ تھے۔ اللہ اُن سے راضی تھا اور وہ اللہ سے راضی ہونگے۔ ہم اُس بارے میں کچھ نہیں بول سکتے۔ کچھ لوگ صحابہ کرامؓ کے بارے میں ایسی ہی باتیں پھیلاتے ہیں کہ اُن سے یہ غلطی ہوئی اور وہ ایسے تھے۔ ہمیں صحابہ کرامؓ کے بارے میں اچھی بات ہی کہنی ہے۔

دوسری بات: یہ مال کی محبت میں کام نہیں ہوا۔ کیونکہ مال غنیمت لا کر اللہ کے نبیؐ کے حوالے کر دیں۔

تیسری بات یہ کہ بات کی تحقیق کر لیں۔ بعض اوقات ہم ایک بچے کی بات سُن کر دوسرے کو تھپڑ مار دیتے ہیں۔ تو بات اچھی طرح پتا کر لیں۔

آج پھر وہی دور ہے کہ ہم مسلمان ایک دوسرے کو لعنتی، ملعون، جہنمی کہتے ہوئے بالکل نہیں ڈرتے۔ کہتے ہیں کہ دو ایک ہی مسلک والے مسلمان آپس میں بات کر رہے تھے اور دوسروں پر تنقید کر رہے تھے کہ فلاں جہنمی ہے، فلاں لعنتی ہے، فلاں کا فرقہ ٹھیک نہیں، فلاں کی جماعت صحیح نہیں۔ اور رہ گئے تم اور میں۔ تمہاری تو نیت ہی ٹھیک نہیں ہے۔۔ہاں جنت میں تو میں ہی جاؤں گا۔

یہ طریقہ ٹھیک نہیں۔ یاد رکھیں کہ آپ انسانوں سے کٹ کر ربّ کو خوش نہیں کر سکتے۔ بعض لوگ تنقید برائے اصلاح کرنے کی بجائے لوگوں کو دین سے دُور کر دیتے ہیں۔

اپنی اوقات پہچانیں۔ اپنے آپ کو عالم نہ سمجھیں۔ ہم سب قرآن اور سُنّت کے طالب علم ہیں۔ عالم کے بارے میں کبھی اپنی رائے نہ دیں۔ ہمیشہ یہ سوچیں کہ وہ ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اگر اُن کے عقائد میں کوئی بات دیکھیں بھی تو اُن کے لئے دُعا کریں۔ اُن کو انسان سمجھ کر اُن کے لئے دعا کریں۔ ہم میں سے کوئی بھی غلطی کر سکتا ہے۔ اُن کو Benefit of doubt دیں۔ اللہ بہترین منصف ہے۔ کسی کی تحریر میں کمی نظر آئے تو اُن کو لکھ دیں۔ کوئی غلطی نظر آئے تو چپکے سے تصیح فرما دیں۔ کبھی دوسروں سے ادھر اُدھر باتیں نہ کریں۔ کسی کی غلطی کا اشتہار نہ بنا دیں۔

ہمارا کام دوسروں پر تنقید نہیں ہے۔ اپنی فکر کریں۔ کسی نے مجھ سے پوچھا کہ مدر ٹریسا اور لیڈی ڈیانا جنت میں جائینگی یا نہیں؟

میں نے کہا مجھے اُن کا تو پتا نہیں مجھے تو اپنی فکر ہے کہ میں جنّت میں چلی جاؤں۔

یاد رکھیں دوسرے مسلمان کے بارے میں اچھی سوچ رکھیں۔ دوسروں سے بدگمان نہ رہیں۔

یہاں یہ بات بھی دیکھیں کہ صحابہ کرامؓ سے غلطی ہوئی کہ اُن کی نیت صحیح تھی۔ اللہ نے اُن کو معاف کر دیا۔ پھر اللہ کے نبیؐ نے دوسری پارٹی کو دیت دلوائی۔ اُن کی بکریاں بھی واپس کر دیں۔ دوسری پارٹی کو بھی اچھی سوچ رکھنی چاہیئے کہ معاف کر دیں کہ اِن سے غلطی سے یہ سب ہو گیا ہے۔

ہر انسان دِل سے اچھا ہوتا ہے۔ بہترین نصیحت کریں۔ دوسروں کے لئے خیر خواہ بن جائیں۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ کرنے والے بن جائیں۔ مومن کے لئے مخلص ہو جائیں۔ ایک دوسرے کو گِرنے سے تھام لیں۔ صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اوپر والی آیت میں اللہ کو دوسروں کا / کافروں کا بھی خیال ہے۔

دِل کھلے رکھیں۔ ٹوکیں مت۔ طنز نہ کریں۔ محبت سے ایک دوسرے کی اصلاح کریں۔

مالکؒ فرماتے ہیں۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ اوپر سے اسلام ظاہر کر دو دِل سے چاہے کافر ہو تو جائز ہے۔ اندر سے کٹر کافر ہو تو اوپر سے کلمہ پڑھ لو۔ یہ جائز نہیں ہے۔

مسلمان شبہہ میں کام نہیں کرتا۔ تحقیق کا حکم دیا جا رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے بحث اور اکڑ نہیں دِکھائی۔

اگر آپ کو لیڈر کی بات مناسب نہیں بھی لگی تو خاموش ہو جائیں۔ بات سُن لیں اور پھر کبھی اپنی بات کی وضاحت کر دیں۔

گناہ کرنے سے ایمان میں کمی تو آجاتی ہے لیکن ایمان زندہ رہتا ہے۔ ایمان گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ گناہ کرنے کے باوجود مومن مسلمان ہی رہتا ہے۔

سلام کرنا مسلمان کی پہچان ہے۔

یہاں سے اگلی چند آیات اب بغیر کسی وقفے کے سُننے والی ہیں۔ یہ آج کے سبق کا مرکزی موضوع اور Main Themeہیں۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٩٥﴾ مسلمانوں میں سے جو لوگ کسی عذر کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ کی راہ میں جان ومال سے جہاد کرتے ہیں دونوں برابر نہیں ہیں اللہ نے بیٹھنے والوں پر جان ومال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑھایا دیا ہے اگرچہ ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے اجر عظیم میں زیادہ کیا ہے (۹۵)

یعنی جو گھر میں بیٹھے رہیں اور دوسرے جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔

سوائے اس کے کہ کسی کے پاس کوئی عُذر ہو۔

بیٹھنے والے سے مُراد ہے آرام طلب لوگ، جو اسلام کی خدمت کے لئے نہ نکلیں۔ جب دین اسلام کو اُن کی ضرورت ہو تو بہانے بنا کر گھروں میں آرام سے بیٹھ جائیں۔ اسی میں یہ بھی آ جائے گا کہ یعنی دین نہ سیکھیں اور قرآن کو نہ سمجھیں۔

روایت ہے کہ پہلے اس آیت میں "غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ" یہ الفاظ نہیں تھے پھر بعد میں نازل ہوئے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اس آیت کے ابتدائی الفاظ اترے کہ گھروں میں بیٹھ رہنے والے جہاد کرنے والے مومن برابر نہیں، تو آپؐ اسے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو بلوا کر لکھوا رہے تھے اس وقت سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا آئے اور کہنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں تو نابینا ہوں معذور ہوں اس پر الفاظ» غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ «نازل ہوئے) صحیح بخاری:4593 (یعنی " وہ بیٹھ رہنے والے جو بے عُذر ہوں " اُن کا ذکر ہے۔

یعنی سُست اور دین کی خدمت کرنے والے برابر نہیں ہیں۔

دَرَجَةً : یہ لفظ نکرہ بھی ہے اور واحد بھی۔ خاص معنی ہیں۔

یہ آیت ایک خاص موقع پر نازل ہوئی۔ ہر آیت کے پیچھے شانِ نزول یا کچھ واقعات ہوتے ہیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِس سے مُراد بدر کی لڑائی میں جانے والے اور اس میں حاضر نہ ہونے والے ہیں (صحیح بخاری:4595)۔ غزوہ بدر کے موقعہ پر سیدنا عبداللہ بن جحش اور سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما آ کر حضور سے کہنے لگے ہم دونوں نابینا ہیں کیا ہمیں رخصت ہے؟ تو انہیں آیت قرآنی میں رخصت دی گئی ۔

یعنی جو لوگ اللہ کے نبیؐ کی دعوت پر نکلے وہ بدری صحابی بن گئے۔ اللہ نے اُن کو جنّت کی خوشخبری دی۔

اصحاب البدر بن گئے۔

اور جو لوگ نہ نکلے وہ پیچھے رہنے والوں میں ہو گئے اور اِس بشارت سے محروم رہ گئے۔ یعنی زبردستی نیکی نہیں کروائی جا سکتی۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اب مجبوری ہے کرنا پڑے گا۔ اللہ بہت غیور ہے۔ وہ خوشی سے کی جانے والی نیکی قبول کرتا ہے۔

بعض اوقات ایک عام حکم ہوتا ہے کوئی عمل کر لے تو نیکی نہ کرے تو محروم لیکن بعض اوقات سب کے لئے خاص حکم ہوتا ہے۔ سب کو عمل کرنا لازمی ہوتا ہے۔ جیسے میں کسی کا نام لے کر کام کہوں تو اُسے کرنا ہو گا۔ یا پھر میں یہ کہوں کہ کوئی یہ کام کر دے تو جو بھی کرے گا وہ نیکی پا لے گا۔ بعض اوقات نیکیاں مُسلّط نہیں کی جاتیں۔

ابنِ مکتوم نابینا صحابی تھے لیکن روتے تھے کہ اللہ کے نبیؐ مجھے ساتھ لے جائیں میں جھنڈا پکڑ کر کھڑا رہوں گا۔ کچھ دفعہ اللہ کے نبیؐ ساتھ لے کر بھی گئے۔ لیکن بعض اوقات اپنے نائب کی حیثیت سے پیچھے چھوڑ کر گئے۔ اُن کا دِل روشن تھا۔ ہم نے یہ آنکھیں کیا کرنی ہیں اگر اللہ کی نافرمانی کی چیزیں دیکھنی ہیں؟ سورۃ طٰہٰ میں اللہ فرماتے ہیں لوگو آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں دِل اندھے ہوتے ہیں۔

دِل اندھا ہو جائے تو نیکیوں کی قدر نہیں ہوتیں۔ انسان دو قسم کے ہوتے ہیں۔

پوری سورۃ نساء میں منافق کی بات ہوتی ہے۔ منافق وہ ہے جیسے کیڑا لگے ہوئے پھل۔ جیسے درخت پر لگے پھل کو کیڑا لگ جائے یا گل سڑ جائیں تو وہ پھینک دیتے ہیں۔

ایسے انسان کو تو اللہ سیدھا جہنم میں پھینک دے گا۔

مومن دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اپنی اوقات پہچان لیں۔ ایک وہ ہیں جن کی کوالٹی اچھی نہیں۔ جیسے بعض پھل چھوٹے اور مزے دار نہیں ہوتے۔ بعض مومن صرف فرائض کی سطح پر جیتے ہیں۔ وہ مومن صرف نماز روزہ اور حج کر لیا اور گھر کے کاموں میں رہتے ہیں۔ وہ بیٹھنے والے ہیں۔ دین کے کام میں بیٹھے رہتے ہیں لیکن دُنیاداری کے کاموں میں بھاگے پھرتے ہیں۔ یعنی دُنیا کے لئے وہی کام کرتے ہیں جن میں اُنہیں مزہ آرہا ہوتا ہے یا کوئی فائدہ یا تعریف ہوتی ہے۔

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى: اللہ نے سب کے ساتھ بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ جو دوست فرائض ادا کر کے گھروں میں بیٹھی ہیں۔ اور جو بھاگ بھاگ کر دین کا کام کر رہی ہیں۔ سب جنّت میں جائیں گے۔ لیکن درجات میں فرق ہو گا۔ مثال ایک پلیٹ ایک پاؤنڈ کی ہے اور ایک 10 پاؤنڈز کی۔ ایک سویٹر 10 پاؤنڈز کا ہے اور ایک ایک سو کا۔ فرق ہے نہ؟

قاعدون وہ جو شکر ہے مسلمان ہیں لیکن گھر بیٹھنے والے، دین کے کاموں میں سُست۔ یعنی عام مسلم۔

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٩٦﴾ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے (٩٦)

دوسرے ہیں اعلیٰ درجے کے مسلمان۔ برانڈڈ۔ جو کوالٹی پر کمپرومائز نہیں کرتے۔ ان کو فضیلت دی گئی ہے۔ پھر فرمایا ہے ہر ایک سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ جنت کا اور بہت بڑے اَجر کا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے، پھر ارشاد ہے، مجاہدین کو غیر مجاہدین پر بڑی

فضیلت ہے۔ پھر ان کے بلند درجات اِن کے گناہوں کی معافی اور ان پر جو برکت ورحمت ہے اس کا بیان فرمایا اور اپنی عام بخشش اور عام رحم کی خبر دی۔

یعنی نیکی کے کام کرنے کے باوجود اللہ کی رحمت سے جنّت میں جائینگے۔ اللہ اُن کے گناہ معاف کر دے گا۔ کیا نیکی کے کام کرنے والے سے غلطی نہیں ہو سکتی؟ ہوتی ہے۔ توبہ کر لیں اللہ معاف فرما دے گا۔

اللہ کو وہ اتنے پیارے لگتے ہیں کہ اللہ اُن کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ تم کوشش تو کرتے ہو۔ اللہ بہترین قدر دان ہے۔ بندے کو اپنی غلطیاں یاد آتی ہیں۔ تو اللہ کہتا ہے میں تجھے معاف کرتا ہوں۔

جو نیکی کے راستے پر آتا ہے۔ قرآن سیکھنے لگے۔ دین کو سمجھنے لگے۔ تو اُسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئیے کہ اللہ نے گھر بیٹھنے والوں میں نہیں بنایا۔ اَب بندے کو سب سے زیادہ اپنی فکر لگ جاتی ہے کہ میں ٹھیک کام کر رہی ہوں؟ کیا میرے اعمال صحیح ہیں؟ پھر آگے اُنکی بات جو لوگ کوشش نہیں کرتے؛

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۙ ﴿۹۷﴾

بے شک جو لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کر رہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ تم کس حال میں تھے انہوں نے جواب دیا ہم اس ملک میں بے بس تھے فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے سو ایسوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت ہی برا

ٹھکانہ ہے(۹۷) ظَالِمِیۡ : یہ اصل میں لفظ تھا ظالمین لیکن ی گر گئی۔(عربی گرائمر)

ملک الموت اُن سے پوچھتے ہیں؟"۔۔۔ تم کس حال میں تھے۔۔۔"تم نے ایمان کا وعدہ تو کیا تھا لیکن کوشش نہیں کی، مال بچا لیا اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا۔ ہجرت نہیں کی۔ دین کے تقاضے پورے نہ کیے۔

وہ کہتے ہیں۔"۔۔۔۔ ہم اس ملک میں بے بس تھے۔۔۔"میاں حرام کماتا تھا میں کیا کرتی۔ معاشرے کا بہت زور تھا۔ میں مجبور تھی۔ میں لوگوں کے خوف سے فلاں کام کرتی تھی۔

دُنیا میں بھی عادت تھی کہ بہانے کرتے تھے وہ فرشتوں کو بھی عُذر دینگے۔

کچھ لوگ تو گھروں میں بیٹھ رہتے ہیں جان بوجھ کر بہانے کرتے ہیں لیکن کچھ واقعی مجبور ہوتے ہیں لیکن وہ بہانے نہیں کرتے۔ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں۔

فرشتے کہیں گے "۔۔۔۔ فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے سو ۔۔۔۔"تم ایسے کیوں بن کر رہے۔ تم اُس ماحول کو چھوڑ دیتے۔ تم بُری عادت سے چھٹکارا پاتے۔

پھر"۔۔ سو ایسوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔۔"۔ یہ تو بہانے باز لوگ تھے۔

کیا ہم شوہر، سُسرال اور بچوں کی ہر بات مانتے ہیں۔ کیا دین میں صرف لوگوں کی وجہ سے پیچھے رہ گئے ہیں؟ کیا شوہر پردہ نہیں کرنے دیتا؟ کیا عورتیں سُسرال کو بہانہ بنا کر جنّت میں جانا چاہتی ہیں؟ کون ایسا بے خوف شوہر ہے جو اللہ کے دین پر عمل نہیں کرنے دیتا؟

مجھ سے کہاں کوتاہی ہوئی؟ مجھے اپنے لئے کیا کرنا ہے؟ اپنا جائزہ لیں کہ کہ کیا آپ شوہر اور گھر والوں کے حقوق پورے کر رہی ہیں۔ کیا آپ کا اخلاق اچھا ہے۔ کیا آپ سب کے حقوق پورے کر رہی ہیں۔ پھر وہ آپ کو نہیں روکیں گے۔

یہ بہت سنجیدہ معاملہ ہے۔ دوسرے کے نام پر گناہ نہیں کرسکتے۔ آپ کسی کے گناہ کو قبول کر لیتے ہیں؟ حدیثؐ ہے کہ نہ ظالم بنو نہ مظلوم۔

نہ خود کسی پر ظلم کریں نہ کسی کو اپنے اوپر ظلم کرنے دیں۔ بعض اوقات ہم صبر کے نام پر دوسروں کو ظلم کی اجازت دیتے ہیں۔ دوسروں سے خیر خواہی کریں۔ انہیں گناہ اور ظلم سے روکیں۔ اُن کا ہاتھ پکڑ کر پیار سے کہہ دیں کہ مجھے آپ سے بہت پیار ہے میاں جی یا امّی جان آپ ایسے نہ کیا کریں۔ اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اللہ آپ سے محبت کرتا ہے۔

ہمیں دوسروں سے تعلقات بنانے اور نبھانے نہیں آتے۔ human relations & public Dealing کے بارے میں سیکھیں۔

ایک ہجرت تو دین کے نام پر ملک چھوڑنا ہے یہ تو بہت کم لوگ کرتے ہیں۔ بہت کم کو ایسا کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے لئے ہجرت یہی ہے کہ بُرے کام چھوڑ کر اچھے کام کریں۔

حدیثؐ: بہترین ہجرت یہ ہے کہ بندہ ہر وہ کام چھوڑ دے جو اللہ کو پسند نہیں۔

آنکھوں کی ہجرت حرام دیکھنے سے۔کانوں کی حرام سُننے سے،زبان کی حرام بولنے سے۔اسی طرح ہر گناہ کو اللہ کی خاطر چھوڑ دیں۔اللہ سے ڈریں کہ گناہ بار بار کرنے سے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔چھید والے برتن میں پانی نہیں رہتا۔گناہ کو پسند کرنے والے دل میں قرآن نہیں ٹھہرے گا۔

لیکن کیا سارے ہی ایسے ہیں؟نہیں!جہاں کہیں کوئی بات ہوتی ہے قرآن یہ واضح کرتا ہے کہ کچھ لوگ اچھے بھی ہیں۔

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾
ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے واقعی کمزور ہیں جو نکلنے کا کوئی ذریعہ اور راستہ نہیں پاتے(۹۸)

ہر سوسائٹی میں دونوں طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔کچھ مجبور لوگ بھی ہوتے ہیں۔بعض عورتیں مجبور ہوتی ہیں۔اور بعض عورتیں مردوں کو حرام کمانے پر مجبور کر دیتی ہیں۔اور اگر اس آیت کو خاص طور پر دیکھیں تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں اور میری والدہ ان ضعیف عورتوں اور بچوں میں تھے جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ہمیں اللہ نے معذور رکھا۔ صحیح بخاری:4597

اگر بہت مجبور ہیں یعنی میاں حرام کماتا ہے اور کوئی سپورٹ کرنے والا نہیں۔آپ اپنے لئے مجبوری میں سادہ کھانا کھائیں بہت کم اُس کے خرچ میں سے لیں۔انتہائی مجبوری میں تھوڑا سا لیں۔

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ پس امید ہے کہ ایسوں کو اللہ معاف کر دے اور اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے(۹۹)

مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ کی مرضی ہے معاف کر دے یا نہیں۔ اللہ کو دلوں کے حال معلوم ہیں۔ میں یا آپ فتوے نہیں دے سکتے۔ ہمیں کسی کے گھریلو حالات معلوم نہیں۔ اس پر محدثین نے ایک پورا باب لکھا ہے۔ کہ اگر کسی کو مجبور کر کے کوئی کام کروا دیا جائے تو پھر جان بچانے کے لئے اگر کوئی گناہ کیا ہو گا؟ وہ گناہ تو ہے۔ لیکن اللہ کا غضب اُس گناہ میں شامل نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کسی کو اُس کی وسعت سے زیادہ تنگی نہیں دے گا۔

مشکل اور تنگ حالات میں اگر کوئی غلطی ہو جائے گی تو اللہ معاف فرما دے گا۔

ایک صحابی کو اللہ کے نبیؐ خاص طور پر مدینہ سے مکّہ بھیجتے تھے کہ قیدیوں اور مجبور لوگوں کو چھڑا کر لاؤ۔ وہ اپنی پُشت پر اُٹھا کر بوڑھوں اور معذوروں کو مدینہ لایا کرتے تھے۔

ایک صحابی جن کا نام مرثد بن ابو مرثد رضی اللہ عنہ تھا. یہ مکہ سے مسلمان قیدیوں کو اٹھا کر لایا کرتے تھے اور مدینے پہنچا دیا کرتے تھے. عناق نامی ایک بدکار عورت مکہ میں رہا کرتی تھی. جاہلیت کے زمانہ میں ان کا اس عورت سے تعلق تھا. حضرت مرثد رضی للہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک قیدی کو لانے کیلئے مکہ گیا. ایک باغ کی دیوار کے نیچے میں پہنچ گیا. رات کا وقت تھا، چاند اپنے حسن سے جہان کو منور کر رہا تھا. اتفاق سے عناق آ پہنچی اور مجھے دیکھ لیا، بلکہ پہچان بھی لیا. اور آواز دے کر کہا: کیا تو مرثد ہے؟ میں نے کہا: ہاں مرثد ہوں. اس نے بڑی خوشی ظاہر کی اور مجھ سے کہنے لگی. چلو رات میرے پاس گزارنا. میں نے کہا: عناق اللہ تعالیٰ نے زناکاری حرام کر دی ہے. جب وہ مایوس ہو گئی تو اس نے مجھے پکڑوانے کیلئے غُل مچانا شروع کیا اور آواز دی اے خیمے والو! ہوشیار ہو جاؤ. دیکھو چور آ گیا ہے یہی ہے جو تمہارے قیدیوں کو چُرا لیا کرتا ہے. لوگ جاگ اٹھے اور آٹھ آدمی مجھے پکڑنے کیلئے

میرے پیچھے دوڑے. میں مٹھیاں بند کر کے خندق کے راستے بھاگا اور ایک غار میں جا چھپا. پھر مکہ کی راہ لی اور وہیں پہنچ کر اس مسلمان قیدی کو اپنی کمر پر چڑھایا اور وہاں سے لے بھاگا. چونکہ وہ بھاری بدن کے تھے میں جب اذخر میں پہنچا تو تھک گیا. میں نے انہیں کمر سے اتار کر انکے بندھن کھول دیئے اور آزاد کر دیا. اب اٹھا کر چلا۔ اور مدینے پہنچ گیا۔

ایسے لوگوں سے اللہ خود معاملہ کرے گا۔

اَب ہمیں کس بات کی فکر ہونی چاہئیے؟ ہمیں اب آخرت کی تیاری کرنی ہے۔ کیا ابھی بھی شادی اور عید کے سوٹ کی فکر لگی رہے؟

اب ہمیں اچھے بُرے کا فرق پتا چل گیا ہے۔ اب ہمیں اللہ کے دین کے لئے اُٹھنا ہے۔ عزم اور مشن کی زندگی۔ صرف اپنے لئے نہیں دوسروں کے لئے بھی کچھ کریں۔

منصوبہ بندی کریں۔ دین کی کہاں کیسے خدمت کر سکتے ہیں۔ مجاہد بنیں۔ کہاں کونسی کلاس شروع کریں۔ اللہ کے کام میں جوش اور مزہ ہے۔ ایک بامقصد زندگی گزاریں۔ ہم نے خود یہ فیصلہ کرنا ہے۔ اللہ کے راستے کے لئے۔ اللہ کے دین کی کیا خدمت کروں۔

بچوں کو مجاہد فی سبیل اللہ بنائیں۔ بچوں کی اچھی تربیت کریں۔ آگے جنّت نظر آتی ہے۔ زندگی کی ترجیحات سیٹ کریں۔ اپنے آپ سے سوال کریں۔ آپ کیا کرنا چاہتی ہیں؟